کشف الغطاء

عن

مسئلۃ الندا

حنفی

مسئلہ ندا "یا رسول اللہ" پر

فقیہ اعظم حضرت مولانا ابو یوسف محمد شریف صاحب محدث کوٹلوی علیہ الرحمۃ

کی محدثانہ تالیف

موسوم بہ

کشف الغطا عن مسئلۃ النداء

جو کتب خانہ "مدینہ طیبہ" کوٹلی لوہاراں

ضلع سیالکوٹ نے اپنے اہتمام سے شائع کی

پہلی نظر

آج کل بعض لوگوں نے نعرۂ رسالت "یا رسول اللہ" اور درود شریف "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" پر بھی اعتراض کرنا - اور اس باطل سوز نعرہ اور ایمان افروز درود پاک پر بھی شرک و بدعت کا فتویٰ لگانا شروع کر دیا ہے -

حضرت والد المعظم فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ پر بھی اپنا محققانہ قلم چلا کر ثابت فرما دیا ہے - کہ نعرہ رسالت اور حرف ندا سے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا مسلمانوں کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے اور اُسے ناجائز یا بدعت کہنا سراسر جہالت اور عداوت ہے -

امید ہے - یہ رسالہ مسلمانوں کے لئے بڑا مفید ثابت ہو گا -

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اپنے آقا و مولےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حرفِ ندا "یا" کے ساتھ پکارنے کے عادی رہے - اور ہیں - اور "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کے پیارے پیارے الفاظ کے ساتھ اپنے آقا پر صلوٰۃ والسلام کے پھول نچھاور کرنے میں لذتِ ایمانی پاتے رہے اور پاتے ہیں اس کتاب کو پڑھئے - اور اس حقیقت کا نظارہ کیجئے -

ابو النور محمد بشیر

کشف الغطاء عن مسئلۃ النداء

یعنی

جواز ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ - اما بعد - فقیر ابو ابو یوسف محمد شریف عرض کرتا ہے کہ درود شریف صلی اللہ علیک یا رسول اللہ یا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کی نسبت کئی دفعہ احباب نے پوچھا اور میں نے جواب دیا - کہ درود شریف ان الفاظ کے ساتھ پڑھنا جائز ہے - کوئی ممانعت نہیں - اور کئی دفعہ احباب کو اس کے جواز کے دلائل بھی سمجھائے گئے مگر تاہم بعض احباب نے اصرار کیا کہ یہ دلائل معرض تحریر میں لانے چاہئے - تا کہ

فائدہ عام ہو بنا بریں ایک دوست کے استفتاء کے جواب میں میں نے ایک مبسوط مضمون لکھا۔ جو "الفقیہ" کے متعدد پرچوں میں شائع ہوا۔ اب سیکرٹری انجمن حنفیہ کوٹلی لوہاراں" اس بات پر مصر ہوئے۔ کہ یہ مضمون بصورت رسالہ شائع ہونا چاہیے۔ تاکہ ہر خاص و عام اس سے مستفید ہو سکیں۔ لہذا متوکلاً علی اللہ اوس مضمون کو شروع کرتا ہوں۔

(و اللہ ولی التوفیق و بیدہ ازمۃ التحقیق)

استفتاء

درود شریف اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ یا "صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ" پڑھنا جائز ہے۔ یا نہیں۔ جواب بحوالہ آیت یا حدیث ہو۔ (منشی تاج الدین چک نمبر ۹۹ ڈاکخانہ جہانیاں ملتان)

جواب - جائز ہے۔ قرآن شریف میں مطلق درود شریف پڑھنے کا ارشاد ہوا ہے۔ احادیث شریفہ میں بھی مطلق درود پڑھنے کی فضیلت آئی ہے۔ اس لئے درود شریف کا کوئی بھی صیغہ ہو سب کے پڑھنے سے پڑھنے والا فضیلت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اگر بعض صیغے بسبب ماثور ہونے کے یا بسبب احسن ہونے کے ایک دوسرے سے افضل ہوں۔ جس طرح کہ قرآن کریم کی بعض آیات بہ نسبت بعض دیگر ثواب میں افضل ہیں۔ لیکن مطلق فضیلت میں سب یکساں ہیں۔

اگر یہ بات ہوتی کہ جو درود شریف جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ اس کے سوا کسی اور درود شریف کے پڑھنے میں کچھ فضیلت نہیں۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نیز تابعین تبع تابعین و ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ ہرگز کوئی درود نئے الفاظ اور نئی عبارت میں نہ پڑھتے نہ لکھتے حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے درود شریف کے

کئی الفاظ صحیح مروی ہیں۔ جو حضور علیہ السلام کے الفاظ نہیں۔
اسی طرح تابعین و تبع تابعین و ائمہ دین سے کئی ایسے درود ہیں۔ جو
وہ لوگ پڑھا کرتے تھے۔ جن کے الفاظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت
نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو درود شریف کوئی بھی پڑھا جاوے فضیلت
ضرور ہے۔ قَالَ الحافظ السخاوی فی القول البدیع نقلاً
عن الحافظ ابن مسدی قد روی فی کیفیۃ الصلوٰۃ علی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم احادیث کثیرۃ وذھب
جماعۃ من الصحابۃ فمن بعدھم الی ان ھذا الباب
لا یوقف فیہ مع النصوص وان من رزقہ اللہ بیانا
فابان عن المعانی بالالفاظ الفصیحۃ المبانی الصریحۃ
المعانی مما یعرب عن کمال شرفہ صلی اللہ علیہ وسلم
وعظیم حرمتہ کان ذالک واسعا فاحتجوا بقول ابن مسعود
رضی اللہ عنہ احسنوا الصلوٰۃ علی نبیکم فانکم لا تدرون
لعل ذالک یعرض علیہ انتہی۔ حافظ سخاوی قول بدیع میں حافظ ابن
مسدی سے نقل کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود شریف
پڑھنے کی کیفیت میں بہت حدیثیں آئی ہیں۔ اور صحابہ اور تابعین کی ایک
جماعت اس طرف گئی ہے۔ کہ یہ باب منصوص پہ موقوف نہیں جس شخص
کو اللہ تعالےٰ قوت بیانیہ عطا فرماوے اور وہ الفاظ فصیحہ کے
ساتھ درود شریف کو ادا کرے اور ایسے الفاظ کہے جس سے حضور علیہ

السلام کا کمال شرف اور آپ کی عظمت و حرمت ظاہر ہو۔ تو یہ جائز ہے
اور مجوزین کی دلیل قول ابن مسعود ہے رضی اللہ عنہ۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ
تم اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بہت اچھا درود پڑھا کرو۔ تم نہیں
جانتے شاید یہی درود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جاوے
تو تمہارے لیے اچھے الفاظ پیارے پیارے تعریفی جملے آپ دیکھکر
خوش ہوں) (دیکھو سعادت الدارین صفحہ ۳۷
محدثین و فقہا علیہم الرحمۃ کو دیکھیے کہ وہ اپنی کتابوں میں حضور علیہ السلام
کے نام پاک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم یا علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اور
کوئی مختصر لفظ درود شریف کا لکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ لفظ بھی رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم سے ماثور نہیں جس سے معلوم ہوا کہ علمائے امت کا اس
بات پر اجماع ہے۔ کہ درود شریف کے بارہ میں وسعت ہے۔ جو
لفظ بھی ہو فضیلت سے خالی نہیں۔ اور ہر لفظ میں قرآن شریف کے
ارشاد کی تعمیل ہے۔ قرآن کریم میں کسی خاص درود پڑھنے کی بابت حکم نہیں
مطلق حکم ہے۔ کہ درود پڑھو۔ اب درود پڑھنے والا جس صیغے کے ساتھ
اس حکم کی تعمیل کریگا جائز ہوگا۔ بلکہ قرآن شریف میں درود اور سلام
کا ذکر ہے۔ اس لئے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ
پڑھنے سے یا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنے سے دونوں امر کی
تعمیل ہو جاتی ہے۔ درود بھی اور سلام بھی۔ لیکن نماز والا درود شریف پڑھنے
میں درود کی تعمیل تو ہو گئی لیکن سلام رہ گیا۔ سلام کے حکم کی تعمیل نہ ہوئی

اس لئے نماز والا درود شریف نماز میں پڑھنا نفل ہے۔ کیونکہ نماز میں پہلے سلام پڑھ لیا جاتا ہے یعنی السلام علیک ایھا النبی پھر یہ درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ تو دونوں حکموں کی تعمیل نماز میں ہو جاتی ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نماز میں درود شریف پڑھنے کی بابت حضور علیہ السلام سے سوال کیا تو حضور علیہ السلام نے نماز والا درود شریف سکھایا چنانچہ ابی مسعود بدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰی جَلَسَ بَیْنَ یَدَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَہٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَّا السَّلَامُ عَلَیْکَ فَقَدْ عَرَفْنَاہُ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا فِیْ صَلٰوتِنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ قَالَ فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَحْبَبْنَا اَنَّ الرَّجُلَ لَمْ یَسْاَلْہُ فَقَالَ اِذَا اَنْتُمْ صَلَّیْتُمْ فَقُوْلُوا اللّٰھُمَّ صَلِّ الخ۔ مسند احمد ابن خزیمہ حاکم ابن حبان دار قطنی بیہقی میں یہ حدیث موجود ہے۔ ابن تیمیہ نے منتقی ص ۶۵ میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ امام نووی شرح صحیح مسلم ص ۱۷۵ میں اس حدیث کو صحیح فرماتے ہیں۔ ترمذی و ابن خزیمہ و حاکم نے اس کو صحیح کہا۔ دار قطنی نے اس کی سند کو حسن متصل اور بیہقی نے صحیح کہا۔ (سعادۃ الدارین ص ۵۹)

ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک آدمی آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ آپ پہ سلام بھیجنا تو ہم معلوم کر چکے۔ جب

ہم نماز میں آپ پہ درود پڑھیں۔ تو کس طرح پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پہ رحمت نازل فرمائے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم چاہتے تھے۔ کہ یہ آدمی نہ پوچھتا تو اچھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو۔ تو اس طرح کہو۔ اللھم صل علی محمد الخ۔ اتنی حدیث کی تصریح کیواسطے قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے اسی کو اظہر فرمایا۔ کہ صحابہ نے نماز میں درود شریف پڑھنے کے متعلق پوچھا۔ اور حضور علیہ السلام نے نماز میں پڑھنے کے لئے یہ درود سکھایا۔ علامہ نووی نے بھی شرح صحیح مسلم میں یہی پسند فرمایا۔ اور کہا ھٰذَا اَظْھَرُ اِخْتِیَارِ مُسْلِمٍ وَلِھٰذَا ذَکَرَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ فِیْ ھٰذَا الْمَوْضِعِ۔ یہی ظاہر ہے۔ کہ مسلم نے بھی اسی کو پسند فرمایا۔ اسی واسطے اس حدیث کو اس موقع پہ بیان کیا۔ یعنی نماز میں تشہد کے موقع پہ۔

تحقیق خطاب

رہی یہ بات کہ اس درود شریف میں خطاب ہے۔ اور حضور علیہ السلام کو مسافت بعیدہ سے خطاب کرنا درست نہیں اس لئے یہ درود بھی درست نہیں۔ میں کہتا ہوں بیشک اس میں خطاب ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کو خطاب درست نہیں صحیح نہیں کیونکہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام اپنے اپنے گاؤں میں شہروں میں گھروں میں نمازیں پڑھتے تھے۔ اور سب کے سب التحیات میں بصیغہ خطاب اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ ہی پڑھتے تھے حالانکہ سب کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہوتے تھے۔ اور یہ خطاب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے خود سکھایا۔ اور اس تاکید سے سکھایا جس طرح کہ آپ قرآن شریف سکھاتے
تھے۔ لیکن کسی صحابی نے حضور علیہ السلام کے سامنے یہ عذر پیش نہیں کیا کہ حضور
جب ہم آپ کے ساتھ جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ تو آپ ہمارے سامنے ہوتے
ہیں۔ لیکن جب ہم سنن یا نوافل گھروں میں پڑھتے ہیں۔ یا سفر میں نماز کا وقت
آجاتا ہے۔ یا کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں نماز پڑھتے ہیں۔ تو اس وقت
آپ ہمارے سامنے موجود نہیں ہوتے پھر ہم آپ کو بصیغہ خطاب اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کس طرح پڑھیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
جانتے تھے۔ کہ حضور علیہ السلام کو ہمارا سلام پہنچتا ہے۔ بذریعہ فرشتوں کے
یا خدا تعالےٰ کے سنا دینے سے۔ اور یہ خطاب نہ صرف آپ کے زمانہ میں تھا
بعد وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی امت میں اسی طرح مروّج
رہا۔ اور سب اسی التحیات کو پڑھتے رہے۔ اور پڑھتے ہیں۔
صدیق اکبر و عمر فاروق و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بر سر منبر علی رؤس
الاشہاد اپنی اپنی خلافتوں میں اسی تشہد خطاب والے کی تعلیم دیا کرتے
تھے صحابہ میں سے اگر کسی صحابی کو ندا میں کلام ہوتا تو ضرور انکار کرتے
معلوم ہوا کہ جواز ندا پر صحابہ کا اجماع تھا۔ خود حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ نے علقمہ کو اسی خطاب کے صیغہ کے ساتھ التحیات سکھایا
اور انہی سے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کو بصیغہ خطاب پہنچا (فتح القدیر)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس تشہد کے ایک ایک حرف
کی بابت گرفت کرتے تھے۔ اور کمی بیشی منع سمجھتے تھے!

البتہ جو صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیا ہے۔
فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ۔ یعنی علی النبی جواب یہ ہے۔ التحیات کی روایت
عبداللہ بن عباس و عمر و ابن عمر و جابر و ابو موسےٰ اشعری و عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔
سب میں لفظ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ عنہ سے شفیق اور علقمہ و اسود و ابو الاحوص و ابو عبیدۃ و عبداللہ بن
سنجرہ روایت کرتے ہیں۔ لیکن کسی نے بجز عبداللہ بن سنجرہ خطاب چھوڑنے
کا ذکر نہیں کیا۔ عبداللہ بن سنجرہ سے اعمش اور سیف بن سلیمان روایت
کرتے ہیں۔ اعمش کی روایت میں بھی یہ فقرہ نہیں صرف سیف کی روایت
میں ہے۔ اور سیف اگرچہ ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین اس کو قدری فرماتے
ہیں۔ جب جمیع صحابہ سے طبقہ بعد طبقہ اس وقت تک وہی تعلیم بصیغہ خطاب
چلی آتی ہے۔ حتیٰ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی بجز اس روایت کے
جو سیف سے ہے۔ بلفظ خطاب ہی مروی ہے۔ تو روایت سیف
معمول بہا نہ ہوگی۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف
ہے۔ اور صحابی کا قول جب کہ سنت کے برخلاف ہو حجت نہیں ہوتا پس
روایات مرفوعہ کے خلاف قول ابن مسعود حجت نہیں ہو سکتا۔ رسول
کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں نہیں فرمایا کہ میری وفات کے بعد
بجائے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھنا بلکہ حضور علیہ السلام
جانتے تھے۔ کہ صحابہ کرامؓ و دیگر مسلمانان شرق و غرب میرے انتقال کے

بعد نمازیں پڑھیں گے۔ اور اسی طرح پڑھیں گے جس طرح کہ ہمیں نے سکھایا ہے
پھر بھی آپ نے بصیغہ خطاب ہی سکھایا۔ اور اس خطاب کو اپنی حیات ظاہری
کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اس
خطاب کو پسند فرماتے تھے ؛

ملّا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ اَمَّا قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ
كُنَّا نَقُوْلُ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
اَيُّهَا النَّبِيُّ فَلَمَّا قُبِضَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ فَهُوَ رِوَايَةُ
اَبِيْ عَوَانَةَ وَرِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ الْاَصَحُّ مِنْهَا بَيَّنَتْ اَنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ
مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَلْ مِنْ فَهْمِ الرَّاوِيْ عَنْهُ وَلَفْظُهَا فَلَمَّا
قُبِضَ قُلْنَا سَلَامٌ يَعْنِيْ عَلَى النَّبِيِّ فَقَوْلُهُ قُلْنَا سَلَامٌ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ اَرَادَ
بِهِ اسْتَمْرَرْنَا بِهِ عَلٰى مَا كُنَّا عَلَيْهِ فِيْ حَيَاتِهِ وَيَحْتَمِلُ اَنَّهُ عَرَضْنَا
عَنِ الْخِطَابِ وَاِذَا احْتَمَلَ اللَّفْظُ لَمْ يَبْقَ فِيْهِ دَلَالَةٌ كَذَا ذَكَرَهُ
ابن حجر انتہی۔ یعنی ابوعوانہ کی روایت میں آیا ہے۔ کہ جب حضور علیہ السلام
کا انتقال ہوا۔ تو ہم نے السلام علی النبی کہنا شروع کیا اور بخاری کی روایت
نے جو اس سے اصح ہے بیان کر دیا ہے۔ کہ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کہنا ابن
مسعود کا قول نہیں۔ بلکہ راوی کا فہم ہے۔ (یعنی بخاری کا) قالہ ابن حجر بخاری
کا لفظ یہ ہے۔ کہ جب آپ قبض کئے گئے۔ کہا ہم نے سلام یعنی علی النبی تو یہ
قول کہ کہا ہم نے سلام دو احتمال رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ ابن مسعود رضی اللہ
عنہ کا اس قول سے یہ ارادہ ہو کہ ہم اسی سلام پڑھتے ہیں جس پہ حضور

علیہ السلام کی زندگی میں تھے۔ یعنی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ پر دوسرا احتمال یہ
ہے۔ کہ ہم نے خطاب چھوڑ دیا تو جب احتمال آگیا دلالت باقی نہ رہی اسی
طرح ابن حجر نے ذکر کیا ہے ؛

بعض روایات سے ثابت ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ
تشہد نمازیں پڑھتے تھے۔ التحیات للہ والصلوات للہ الزاکیات
للہ السلام علی النبی الخ۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے آں حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی زندگی میں ہی خطاب چھوڑ دیا تھا۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں
آپکی زندگی کی خطاب چھوڑنے کا کوئی ذکر نہیں اور نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث میں نافع اپنے زمانہ
کا ذکر کرتا ہے کہ ابن عمر یہ تشہد پڑھتے تھے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ نافع کا زمانہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا زمانہ نہیں۔ علاوہ اس کے اس روایت میں
چند امور ایسے ہیں جو تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں
اور تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ اصح مانا گیا ہے۔ اسی واسطے زرقانی
لکھتا ہے۔ کہ امام مالک رحمہ اللہ اس تشہد کا قائل نہیں جو ابن عمر کی
حدیث میں ہے۔

فَمَالِكٌ لَا يَقُوْلُ بِمَا فِيْ خَبَرِ
ابْنِ عُمَرَ هٰذَا مِنَ الْبَسْمَلَةِ
فِيْ اَوَّلِهِ وَاَبْدَلَ اَشْهَدُ
بِشَهِدْتُ وَالدُّعَاءُ فِي
التَّشَهُّدِ الْاَوَّلِ وَاِعَادَةِ

یعنی پہلے بسم اللہ۔ اور اشہد کے بدلہ
میں شہدت اور تشہد اول میں دعا اور
نبی اور صالحین پر سلام کا اعادہ دعا
کے بعد سلام سے پہلے اور علیک ایہاالنبی

افسوس کہ وہ التحیات کے متعلق کوئی ایسی حدیث بسند صحیح نہیں دکھا سکتے۔ جس میں یہ ذکر ہو کہ شب معراج میں خداتعالیٰ نے ایسا کہا اور حضور نے یہ کہا جبرئیل نے یہ کہا۔ میں نے بعض سیر کی کتابوں میں ایسا لکھا دیکھا ہے۔ لیکن باوجود تلاش مجھے اس کی تخریج نہیں ملی۔ عرصہ ہوا کہ مولوی حکیم ابوتراب عبدالحق صاحب ایڈیٹر اخبار اہلسنت نے اپنے اخبار میں یہی مضمون لکھا میں نے اس سے بذریعہ کارڈ دریافت کیا یہ حدیث کس کتاب کی ہے۔ جواب آیا کہ میں اس کی تلاش میں ہوں۔ اگر مل گئی۔ تو لکھوں گا۔ آج تک انھوں نے بھی کوئی پتہ نہیں لکھا۔

بہرحال اگر شب معراج میں ایسا واقعہ گذرا ہو تو کچھ بعید نہیں لیکن اس پر کیا دلیل ہے۔ کہ ہم جو التحیات پڑھتے ہیں۔ اس میں حکایت مقصود ہے۔ انشاء نہیں اگر حکایت ہی مقصود ہے۔ تو پھر نمازی کی طرف سے نہ التحیات ہوا نہ سلام نہ حضور علیہ السلام پہ نہ صالحین پہ نہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے توحید کی شہادت ہوئی۔ بلکہ معراج کی حکایت ہوئی حالانکہ حکایت سمجھنا کئی وجوہ سے باطل ہے۔

(۱) محکی عنہ بسند صحیح ثابت نہیں یعنی معراج کی رات میں ایسا ہونا۔

(۲) تشہد کی تعلیم والی کسی حدیث میں نہیں آیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ یہ مخاطبہ شب معراج ہوا تھا اس کو بطور حکایت پڑھنا۔

(۳) منکرین مانتے ہیں۔ کہ بعض صحابہؓ نے خطاب چھوڑ دیا تھا۔ پس

اگر خطاب حکائی تھا تو کیا اُن صحابہ کو اس کا حکائی ہونا معلوم نہ تھا۔ پھر کیوں خطاب کو ترک کیا۔

(۴) اگر یہ خطاب حکائی ہوتا۔ تو محدثین اس خطاب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں کیوں لکھتے۔ حکایت میں کوئی خصوصیت نہیں قرآن کریم میں یا عیسیٰ یا آدمُ یا موسیٰ بلکہ یا ایہا الانسان بھی آتا ہے۔ جو حکایتاً نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اگر حضور علیہ السلام کا خطاب بھی حکایتاً ہے۔ تو پھر خصوصیت نہ رہی۔ معلوم ہوا کہ یہ خطاب بطور انشاء ہے اسی واسطے حضور علیہ السلام کے خصائص سے ہے۔ کہ نماز میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کو خطاب بطور انشاء درست نہیں۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔ فَاِنْ قِیْلَ کَیْفَ شُرِعَ ھٰذَا اللَّفْظُ وَھُوَ خِطَابُ بَشَرٍ مَعَ اَنَّہٗ مَنْھِیٌّ عَنْہُ فِی الصَّلٰوۃِ فَالْجَوَابُ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ خَصَائِصِہٖ صَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں۔ وَجَوَازُ الْخِطَابِ مِنْ خُصُوْصِیَاتِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِذْ لَوْ قِیْلَ لِغَیْرِہٖ حَاضِرًا اَوْ غَائِبًا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ بَطَلَتْ صَلٰوتُہٗ ان دو عبارتوں کا حاصل ترجمہ یہ ہے۔ کہ نماز میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے اگر حضور علیہ السلام کے سوا کسی اور کو خواہ وہ حاضر ہو۔ یا غائب السلام علیک کہے تو نماز کہنے والے کی باطل ہو جائے گی۔ اسی طرح ابن حجر نے فتح الباری اور سیوطی نے خصائص میں اور قسطلانی نے مواہب میں ذکر کیا ہے۔

(۵) حدیث تشہد میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فَاِنَّهٗ اِذَا قَالَ ذٰلِكَ اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی جب بندہ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کہتا ہے۔ تو ہر بندہ صالح جو زمین و آسمان میں ہے۔ سب کو یہ پہنچتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس جملہ شریف کے فرمانے سے حکایت کے خیال کو بالکل قلع قمع فرما دیا۔ اگر تشہد میں انشاء نہ ہوتا تو زمین و آسمان کے صالحین بندوں پر سلام کیسے پہنچتا سلام تو مقصود ہی نہ تھا۔ وہ حکایت تھی پھر پہنچتا کیا اسی واسطے علامہ سبکی نے فرمایا ہے۔ اِنَّ فِی الصَّلٰوةِ حَقًّا لِلْعِبَادِ مَعَ حَقِّ اللّٰهِ وَاِنَّ مَنْ تَرَكَهَا اَخَلَّ بِحَقِّ جَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ مَضٰی وَمَنْ يَجِيْءُ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ لِوُجُوْبِ قَوْلِهٖ فِيْهَا اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ (فتح الباری) اور کہا قفال نے تَرْكُ الصَّلٰوةِ يَضُرُّ بِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ لِاَنَّ الْمُصَلِّیْ اِنْ يَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا بُدَّ اَنْ يَقُوْلَ فِی التَّشَهُّدِ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَيَكُوْنُ مُقَصِّرًا بِخِدْمَةِ اللّٰهِ وَفِیْ حَقِّ رَسُوْلِهٖ وَفِیْ حَقِّ نَفْسِهٖ وَفِیْ حَقِّ كَافَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلِذٰلِكَ عَظُمَتِ الْمَعْصِيَةُ بِتَرْكِهَا۔ (فتح الباری)

یعنی نماز میں خدا تعالیٰ کے حق کے ساتھ بندوں کا بھی حق ہے کیونکہ تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کا پڑھنا واجب ہے پس

جس شخص نے نماز ترک کی اُس نے تمام مسلمانوں کے حقوق کو پس انداز کر دیا۔ اور وہ نہ صرف خدا کی خدمت سے قاصر رہا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے میں۔ اور اپنے نفس کا حق اور تمام مسلمانوں کا حق ادا کرنے میں قاصر رہا۔ اس لئے ترک نماز بڑا کبیرہ گناہ ہے۔

(۶) محققین نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ تشہد میں حکایت کا قصد نہ کرے علامہ شامی فرماتے ہیں۔ لَا يَقْصِدُ الْاِخْبَارَ وَالْحِكَايَةَ عَمَّا وَقَعَ فِی الْمِعْرَاجِ اِنَّمَا ذَكَرْنَا بَعْضَ مَعَانِی التَّشَهُّدِ لِنَا اَنَّ الْمُصَلِّیْ يَقْصِدُ بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ مَعَانِيَهَا مُرَادَةً لَهٗ عَلٰی وَجْهِ الْاِنْشَاءِ مِنْهُ كَمَا صَرَّحَ بِهٖ فِی الْمُجْتَبٰی بِقَوْلِهٖ وَلَا بُدَّ مِنْ اَنْ يَقْصِدَ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعْنَاهَا الَّتِیْ وُضِعَتْ لَهَا مِنْ عِنْدِهٖ كَاَنَّهٗ يُحَيِّی اللّٰهَ وَيُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی نَفْسِهٖ وَاَوْلِيَائِهٖ انتہی وَعَلٰی هٰذَا فَالضَّمِيْرُ فِیْ قَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا عَائِدٌ اِلَی الْحَاضِرِيْنَ مِنَ الْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ وَالْمَلٰئِكَةِ كَمَا نَقَلَهٗ فِی الْغَايَةِ عَنِ النَّوَوِیِّ وَاسْتَحْسَنَهٗ وَبِهٖ يَضْعُفُ مَا ذَكَرَهٗ فِی السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ اَنَّ قَوْلَهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ حِكَايَةُ سَلَامِ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَا ابْتِدَاءُ سَلَامٍ مِنَ الْمُصَلِّیْ عَلَيْهِ (بحر الرائق صفحہ ۳۱۹ ج ۱)

در مختار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ بحر الرائق میں ہے کہ ہم نے بعض معانی

تشہد اس لئے ذکر گئے ہیں۔ تاکہ نمازی ان الفاظ سے ان کے معانی کا قصد
کرے جو بوجہ انشاء اس کی مراد ہیں ہوں۔ جیسا کہ مجتبیٰ میں تصریح
ہے کہ ضروری ہے نمازی الفاظ تشہد میں ان کے معانی کا جن کے
لئے وہ الفاظ وضع کئے گئے ہیں۔ اپنی طرف سے قصد کرے گویا
وہ نمازی اللہ تعالےٰ کو تحیت کہتا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
پر سلام بھیجتا ہے۔ اور اپنے نفس پر اور خدا کے دوستوں پر تو
اس بنا پر السلام علینا میں جو ضمیر ہے۔ اس کا مرجع حاضرین کیطرف
پھرتا ہے۔ جو امام مقتدی اور ملائکہ ہیں۔ جیسے غائیہ میں نووی
سے منقول ہے۔ اور اسے مستحسن سمجھا۔ اس تقریر سے سراج
الوہاج کے اس قول کا ضعف ثابت ہو گیا جو اس نے لکھا ہے کہ السلام
علیک ایہا النبی میں اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت ہے نمازی کیطرف
سے ابتداء سلام نہیں۔ انتہی مافی بحر الرائق

(۷) احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ نازل
ہوئی تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہم نے جان لیا
صلاۃ کا ارشاد فرمایئے چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث
میں آتا ہے قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ
قَدْ عَلِمْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ قَالَ قُوْلُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ الخ۔ کہا اس نے ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے سلام کہنا تو
معلوم کر لیا ہے۔ اور درود کس طرح بھیجیں۔ تو آپ نے فرمایا پڑھو۔

اللہم صل علی محمد الخ اور سلام کا طریقہ جس کی نسبت صحابہ نے عرض
کی کہ ہم نے جان لیا ہے۔ وہ تشہد کا سلام ہے۔ اور امام نووی
فرماتے ہیں۔ اَمَّا السَّلَامُ فَكَمَا عَلِمْتُمْ فِي التَّشَهُّدِ وَهُوَ قَوْلُهُمْ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔
(نووی شرح مسلم) کہ سلام جیسے تم نے تشہد میں جان لیا اور وہ السلام
علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے امام سخاوی نے قول البدیع میں
بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ علیہم الرحمۃ کے نزدیک یہ
سلام حکائیہ نہ تھا بلکہ انشائی تھا۔ کیونکہ آیت صلوا علیہ وسلموا کے
امر کے امتثال میں صحابہ نے اس کو قرار دیا اور ظاہر ہے۔ کہ امتثال امر
کے لئے انشاء کی ہی ضرورت ہے حکایت مفید نہیں معلوم ہوا کہ صحابہ رحمہم
اللہ اس خطاب کو حکائی نہیں سمجھتے تھے۔ اور کسی روایت میں صحابہ
سے یہ تصریح بھی نہیں کہ ہم خطاب حکائی سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ پھر معلوم
نہیں کہ حضرات معترضین کس بنا پر اس خطاب کو حکائی سمجھتے ہیں۔

(۸) علامہ زرقانی نے طیبی سے نقل کیا ہے۔ کہ نمازیوں نے جب التحیات
کے ساتھ عالم ملکوت کا دروازہ کھولا تو ان کو اندر آنے کی اجازت
مل گئی۔ پھر مناجات کے ساتھ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ تو ان
کو تنبیہ کی گئی۔ کہ تمہیں یہ اجازت اور باریابی رسول کریم صلے اللہ
علیہ وسلم کے واسطہ اور ان کی متابعت کی برکت سے حاصل ہوئی
نمازیوں نے التفات کیا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی

میں حاضر ہیں۔ تو السلام علیک ایہا النبی کہتے ہوئے حضور علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ حافظ ابن حجر نے اہل عرفان کے اس طریق پر جو طیبی نے نقل کیا ہے۔ کچھ اعتراض کیا ہے۔ علامہ زرقانی اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔ لٰكِنَّ الْمُقَرَّرُ فِي الْفُرُوْعِ اِنَّمَا يُقَالُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَلَوْ بَعْدَ وَفَاتِهٖ اِتِّبَاعًا لِاَمْرِهٖ وَتَعْلِيْمِهٖ فَتَمَّتِ النُّكْتَةُ انتہی۔ یعنی فروع میں مقرر ہو چکا ہے۔ کہ السلام علیک ایہا النبی ہی پڑھا جاوے اگرچہ آپ کی وفات کے بعد ہی ہو۔ اس لئے کہ آپ کے امر اور تعلیم کا اتباع ہے۔ تو طیبی کا نکتہ پورا ہوا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہ خطاب حکائی نہیں اور نکتہ نہایت عجیب ہے۔

امام شعرانی نے میزان میں لکھا ہے کہ شارع نے اس لئے درود اور سلام کا التحیات میں نمازی کو امر فرمایا ہے۔ تاکہ غافلوں کو آگاہی ہو کہ جس پروردگار کے حضور میں بیٹھے ہو اس دربار میں تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں۔ فَاِنَّهٗ لَا يُفَارِقُ حَضْرَةَ اللّٰهِ اَبَدًا فَيُخَاطِبُوْنَهٗ بِالسَّلَامِ مُشَافَهَةً۔ کیونکہ حضور علیہ السلام بارگاہِ الٰہی سے کبھی الگ نہیں ہوتے پس نمازی آپ کو اسلام کے ساتھ سامنے خطاب کرتے ہیں۔ صدیق حسن بھوپالوی مسک الختام شرح بلوغ المرام جلد اول میں کہتے ہیں۔ وجہ خطاب بہ آں حضرت بجہت القائے ایں کلام است بہ آنچہ در اصل بود کہ شب معراج از جانب پروردگار تعالیٰ و تقدس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

خطاب بہ سلام آمد پس آں حضرت در حین تعلیم امت نیز بہ ہماں لفظ اصل گذاشتہ باشند کہ آں حال گم نہ شود۔ ونیز آں حضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں است و در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادات نورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر و قوی تر است و بعضے از عرفا قدس سرہم گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ذوات مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرار معرفت منور و فائض گردد

در راہِ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست ••• مے بینمت عیاں و دعا مے فرستمت (انتہی)

اسی طرح حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے۔ ولعبد الحمد۔ یعنی اس خطاب کی وجہ یہ ہے۔ کہ جس طرح یہ کلام معراج کی رات میں ہوئی اُسی اصل پہ باقی رکھی۔ شب معراج میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے سلام خطاب ہوا۔ تو حضور علیہ السلام نے امت کی تعلیم کے وقت اسی لفظ سے تعلیم فرمایا۔ تاکہ امت کو حالت معراج کا واقعہ یاد رہے۔ نیز خطاب کی یہ وجہ ہے) کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مومنوں کے نصب العین اور عابدوں کے قرۃ العین ہیں۔ ہر حالت اور ہر وقت میں خصوصاً عبادات میں۔ تو حضور علیہ السلام عابدوں کے نصب العین ضرور رہتے ہیں)

اور اس وقت انوار ربّت اور کشف زیادہ قوی ہوتا ہے گویا یہ خطاب حضور علیہ السلام کو بالمشافہ ہے۔) بعض عارفین نے کہا ہے کہ یہ خطاب اس لئے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے تمام افراد میں موجود ہے۔ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ تو نمازی کو چاہیئے کہ ان معنوں سے آگاہ ہو اور اس شہود سے غافل نہ ہو۔ تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے منور و فائض ہو۔ ہاں عشق کے راہ میں قرب و بعد نہیں ہم تجھے (یا رسول اللہ) ظاہر دیکھتے ہیں۔ اور دعا بھیجتے ہیں۔ انتہی۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ خطاب حکائی نہیں بلکہ یہ خطاب حاضر کو ہے یہ شہود جو صدیق حسن اور شیخ دہلوی نے لکھا ہے۔ عجب نہیں کہ زمانہ حال کے مدعیان عمل بالحدیث اس کو شرک کہدیں۔

(۹) حضرت امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ وَاحْضُرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَہُ الْکَرِیْمَ وَقُلْ سَلَامٌ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ کہ تو اپنے دل میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کو حاضر کر اور کہو السلام علیک ایہا النبی الخ دیکھئے اگر خطاب حکائی ہوتا۔ تو غزالی اس تصویر کی ہدائت نہ کرتے اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ ایہا النبی میں خطاب حکائتی نہیں حضور علیہ السلام نے صحابہ کو سکھایا اکثر

صحابہ وتابعین وتبع تابعین و ائمہ اربعہ اور ان کے مقتدین کا اسی تشہد خطاب والے پر عمل رہا۔ اور کسی سے اس پر انکار ثابت نہیں بجز ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی انکار ثابت نہیں البتہ ترک خطاب ہے۔ اور وہ بھی تحمل کما مر عن المرقات اور آپ کا علقمہ تابعی کو یہی تشہد سکھانا اس بات پر دلیل ہے۔ کہ آپ کا بعد وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی تشہد پر عمل ہوگیا تھا۔ گو پہلے بیانا للجواز آپ نے ترک خطاب کیا ہو۔ فتح الباری میں جو ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا مکالمہ[1] درج ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسی تشہد خطاب والے پر قائم رہے۔ اگرچہ حافظ نے اس پر کلام کیا ہے۔ کہ ابو عبیدہ نے عبد اللہ بن مسعود سے نہیں سنا لیکن صحیح یہ ہے۔ جو دارقطنی نے کہا کہ ابو عبیدہ اپنے باپ کی حدیث کا دوسروں سے زیادہ اعلم ہے۔ **اگرچہ حدیث ضعیف** بھی ہو۔ تو بھی معمر کی روائت کے مخالف نہیں بلکہ اس کی روائت میں جو قلنا السلام یعنی علی النبی ملا ہے۔ اس میں دو احتمال ہیں کما مر عن المرقاۃ اور یہ مکالمہ ایک احتمال

نوٹ:۔ [1] وہ مکالمہ یہ ہے۔ قال ابن عباس انما کنا نقول السلام علیك ایھا النبی اذ کان حیا فقال ابن مسعود وہکذا علمنا وہکذا العلم ابن عباس نے کہا کہ ہم حضور علیہ السلام کی زندگی میں السلام علیك ایہا النبی کہتے تھے تو ابن مسعود نے فرمایا اسی طرح (بصیغہ خطاب) ہم سکھائے گئے اور اسی طرح ہم سکھاتے ہیں (فتح الباری پارہ ۵ صفحہ ۲۵۳) ۱۲ منہ

کی تائید کرتا ہے پس کوئی تعارض نہ ہوا۔
ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بطریق صحیح موقوفاً و مرفوعاً یہی ثابت ہے۔ کہ وہ
بھی بصیغہ خطاب پڑھتے پڑھاتے رہے۔ موطا میں جو نافع نے اُن سے
ترک خطاب روایت کیا ہے۔ موطا امام میں وہ روایت بھی بصیغہ خطاب
ہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مسلم شافعی ترمذی نے مرفوعاً یہی
تشہد روایت کیا ہے۔ تو جب نماز میں جو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے حضور
علیہ السلام کو خطاب درست ہے تو خارج از نماز کیوں درست نہ
ہوگا۔ اگر اس خطاب میں شائبہ شرک ہوتا تو خود حضور علیہ السلام منع
فرما دیتے۔ یا اگر اس میں تشبہ بالمشرکین ہوتی یا بطریق تنزل اس تشبہ
کو حضور علیہ السلام منع خیال فرماتے۔ تو ضرور منع فرما دیتے چنانچہ
حضور علیہ السلام نے بعض امور کو بوجہ تشبہ منع فرمایا۔ کہ ایسے خطاب
کی نماز میں ہرگز اجازت نہ دیتے جس میں بقول منکرین تشبہ بالمشرکین
پائی جاتی ہے۔

ایک شبہ ۔ کہتے ہیں کہ تحیات میں **ندا** تو قیاس کیخلاف ہے۔ اور
خلاف قیاس پر قیاس درست نہیں میں کہتا ہوں۔ یہاں قیاس کہاں ہے
وہی سلام بالخطاب نماز میں ہے۔ وہی سلام بالخطاب خارج از نماز
ہے۔ اس کی اجازت بعینہ اسکی اجازت ہے۔

دوسری دلیل قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفا میں لکھا ہے۔ کہ ایک
دفعہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا کسی نے

اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ کہا جو سب لوگوں سے تمہیں زیادہ
محبوب ہے اس کو یاد کر تو آپ چلا کر پکار اُٹھے یا مُحَمَّدَاہ پاؤں فی الفور
اچھا ہو گیا۔ دیکھئے حالت غیب میں بلفظ حاضر خطاب فرما رہے ہیں
کون حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

تیسری دلیل ۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیا
ہے۔ علامہ خفاجی لکھتے ہیں اَثَرٌ رُوِیَ مِثْلَہٗ (ای مثل قول ابن عمر)
لِابْنِ عَبَّاسٍ وَذَكَرَہُ النَّوَوِیُّ فِیْ اَذْكَارِہٖ وَرُوِیَ اَیْضًا
مِنْ غَیْرِهِمَا وَهٰذَا مِمَّا تَعَاهَدَہٗ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ انتہی
یعنے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرح پاؤں کے سن ہو جانے کے وقت یا محمداہ
کہنا حضرت ابن عباس سے بھی آیا ہے۔ نووی رحمہ اللہ علیہ نے اپنے اذکار
میں ذکر کیا ہے۔ اور ان دونوں کے سوا اور حضرات اصحابہ سے بھی مروی
ہے۔ اور یہ اہل مدینہ کے عادات میں سے ہے۔ ابن السنی نے
عمل الیوم واللیلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر روایت
کیا ہے۔

چوتھی دلیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو ایک دعا
سکھائی جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ وہ یہ دعا
ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ
الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ اِلٰی رَبِّیْ بِكَ اَنْ یَّكْشِفَ لِیْ
عَنْ بَصَرِیْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ وَشَفِّعْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ رواہ

الترمذی وقال حدیث حسن صحیح غریب (ترغیب صفحہ ۲۴۲)

اے خدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے توسل سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے رب کی طرف تیری توسل کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری بصارت کھولدے۔ اے اللہ میرے حق میں اوس کی سفارش قبول کر اور میرے نفس کے بارہ میں میری سفارش منظور کر حدیث میں آیا ہے کہ اس نابینا نے یہ دعا پڑھی۔ تو اللہ تعالے نے اس کو بینائی عطا کی ابن ماجہ کی روائت میں اس دعا کے یہ الفاظ ہیں۔ يَا مُحَمَّدُ اِنِّی تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّی فِی حَاجَتِی هٰذِهٖ لِتُقْضٰی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تیرے توسل سے اللہ تعالے کیطرف اپنی اس حاجت کے لئے متوجہ ہوتا ہوں تاکہ تو اس کو پورا کردے یا لِتُقْضٰی ہے۔ تاکہ وہ حاجت پوری کی جائے طبرانی کی روائت میں ہے کہ خدا کی قسم ابھی ہم حضور علیہ السلام کی صحبت سے الگ نہیں ہوئے اور نہ کوئی طویل گفتگو ہوئی کہ وہی نابینا آیا گویا اوس کو کوئی ضرر نہ تہا حدیث کے الفاظ فَرَجَعَ اور حَتّٰی دَخَلَ عَلَيْنَا۔ سے سمجہا جاتا ہے۔ کہ اس نابینا نے یہ دعا حضور علیہ السلام سے سیکھ کر حضور کی غیبت میں ہی پڑہی تھی اگر حضور علیہ السلام کے سامنے پڑھتا تو یہ الفاظ نہ ہوتے۔ تو جو لوگ اس حدیث میں جو خطاب ہے۔ اس کو حضور علیہ السلام کی حاضری پر حمل کرتے ہیں وہ علاوہ بے دلیل ہونیکے سیاق حدیث کے خلاف

کہتے ہیں۔ اس دعا میں یا محمد بصیغہ خطاب آپ کیطرف التفات وتفرع ہے اور اتوجه بك میں بائے استعانت ہے۔

نیز حضور علیہ السلام کو معلوم تہا کہ میری تعلیم تمام امت کیلئے ہے اور یہ خطاب جو میں نے سکہایا ہے۔ میرے بعد بھی لوگ اسی طرح پڑھینگے۔ پھر بھی آپ نے ایسا ہی سکہایا جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے اس خطاب کو جائز رکھا اس خطاب کو صحابہ نے حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد اسی طرح سکہایا لوگوں نے بھی اُسی خطاب کے ساتھ عمل کیا جس سے معلوم ہُوا۔ کہ حضور علیہ السلام کو غائبانہ خطاب کرنا صحابہ میں معمول تھا اگر اس دعا میں خطاب حکائتاً سمجہا جاوے تو پھر اللھم انی اتوجه الیک بھی حکائت ہو گی وھو کما تری۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ حرز ثمین میں لکھتے ہیں يَا مُحَمَّدُ اِلْتِفَاتٌ اِلَيْهِ وَتَضَرُّعٌ لَدَيْهِ لِيَتَوَجَّهَ رُوْحُهُ اِلَى اللّٰهِ یعنی یا محمد آپ کی طرف التفات اور تضرع ہے۔ تاکہ آپ کا روح مبارک اللہ کی طرف متوجہ ہو۔ صاحب حصن حصین نے اس کو عام ہر اہل حاجت کے لئے لکہا ہے۔

پانچویں دلیل عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَخْتَلِفُ اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فِیْ حَاجَةٍ لَهٗ فَكَانَ عُثْمَانُ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهِ وَلَا يَنْظُرُ فِیْ حَاجَتِهٖ فَلَقِیَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَيْفٍ فَشَكٰى ذٰلِكَ اِلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ اِئْتِ الْمِيْضَاةَ فَتَوَضَّأْ ثُمَّ ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ

اِنّی اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ ترجمہ عثمان بن حنیف سے روایت
ہے۔ کہ ایک آدمی بار ہا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت
میں جایا کرتا تھا۔ مگر آپ التفات نہ فرماتے پھر وہ شخص عثمان بن
حنیف کو ملا اور شکایت کی انہوں نے فرمایا۔ برتن لے اور وضو کر پھر
مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ اور کہو اللھم انی اسئلک الخ۔ اس آدمی نے
موافق تعلیم عثمان بن حنیف اس دعا کو پڑھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
در دولت پہ حاضر ہوا اُس وقت دربان نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور اندر
لے گیا۔ حضرت عثمان نے اس کو اپنے مسند خاص پہ بٹھایا اور پوچھا کیا
حاجت ہے اُس نے بیان کی آپ نے حاجت پوری کر دی۔ اور فرمایا
کہ جب کوئی حاجت ہو بیان کیا کرو پھر وہ آدمی بہت خوشحال حضرت
عثمان کے پاس سے نکلا اور عثمان بن حنیف کے پاس شکریہ ادا کرنے
کو گیا۔ اور کہا جزاک اللہ آپ نے شاید میری سفارش کی عثمان بن
حنیف نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں نے حضرت عثمان سے کچھ نہیں کہا۔
لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں ایک بار رسول اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا
کہ ایک نابینا آیا تو آپ نے اس کو یہ دعا تعلیم فرمائی اس حدیث کو طبرانی
نے معجم صغیر ص۱۰۳ میں روایت کیا اور اس کو صحیح کہا۔ اس سے بھی معلوم
ہوا کہ خطاب یا محمد کا عہد صحابہ میں رواج تھا اور یہ نماز اسوقت سے
آج تک تعلیم ہوتی چلی آئی ہے۔ محدثین نے اس کو باب من لہ الی اللہ
حاجتہ اوالی احد من خلقہ میں لکھا جس سے معلوم ہوا کہ

محدثین نے اس کو قضا حاجت کے لئے تسلیم کیا ہے تو اب یہ کہنا کہ زمانہ حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ میں جس شخص نے یہ دعا پڑھی تھی اس نے حکایتًا اور تبرکًا
پڑھی تھی محض تعصب ہے۔ ہاں اگر مانعین کو ہر وقت حکایت ہی کا
خیال ہے۔ تو یہ السلام علیک یا رسول اللہ عمومًا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
حضور علیہ السلام کی خدمت میں کہا کرتے تھے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ علیکم ایک صحابی نے کب کہا جو
حضور علیہ السلام نے سنا اور جواب رکھا تو پھر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ یا السلام علیک یا رسول اللہ بطور
حکایت ہی پڑھا کریں۔ آخر حضور علیہ السلام کی موجودگی اور حاضری میں
تو لوگ بصیغہ خطاب یا رسول اللہ کہا کرتے تھے تو کیا اس سے بھی انکار
ہے یا صحابہ کے اس زمانہ کی حکایت نہیں ہو سکتی؟

چھٹی دلیل۔ طبرانی معجم صغیر کے ص۶۰ میں فرماتے ہیں۔ بَلَغَنِیْ اَنَّ اِبْنًا
لِاَبِیْ قِرْصَافَۃَ اَسَرَتْہُ الرُّوْمُ فَکَانَ اَبُوْ قِرْصَافَۃَ یُنَادِیْہِ
مِنْ سُوْرِ عَسْقَلَانَ فِیْ وَقْتِ کُلِّ صَلٰوۃٍ یَا فُلَانُ الصَّلٰوۃُ
فَیَسْمَعُہٗ فَیُجِیْبُہٗ وَبَیْنَہُمَا عَرْضُ الْبَحْرِ۔ یعنے ابو قرصافہ کا ایک
بیٹا تھا۔ جس کو رومیوں نے قید کر لیا۔ ابو قرصافہ عسقلان میں تھے ہر نماز
کیوقت اُسے پکارتے کہ اے قرصافہ نماز کا وقت ہے) وہ سن لیتا
اور اپنے باپ کو جواب دیتا۔ اور ان دونوں کے درمیان سمندر کا عرض
(فاصلہ) تھا۔ اسی روایت کو صاحب تبشیر الورے بحضور المصطفٰے نے
شواہد النبوۃ سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں ابو قرصافہ رضی
اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیرا گلیے پوشانیدہ بود مردم

۱؎ یہ حدیث پیچھے گزری ہے۔

بوسے مے آمدند ایشاں را دعائے خیر میکرد و برکت میخواست اثر آں را در خود مے یافتند وے در عسقلان بود و پسر وے قرصافہ در روم بغزا رفتہ بود و ہر گاہ کہ صبح شدے ابو قرصافہ از عسقلان آواز دادے بآواز بلند کہ یا قرصافہ یا قرصافہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ قرصافہ از بلدہ روم جواب دادے کہ لبیک یا ابتاہ اصحاب وے گفتندے ویحک کرا جواب میدہی قرصافہ گفتے کہ پدر خود را سوگند برب الکعبۃ کہ مرا از برائے نماز بیدار میکند۔ انتہی۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ میں ندائے غائبانہ کا رواج تھا۔

ساتویں دلیل۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کی وفات شریف کے بعد بہت اشعار غم میں پڑھے منجملہ اُن کے ایک یہ شعر ہے ؎

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتَ رَجَاءَنَا   وَکُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَكُ جَافِیًا

جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلفظ یا مخاطب کیا گیا ہے

(مواہب لدنیہ)

آٹھویں دلیل حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کے غم میں یوں عرض کی ؎

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ   فَعَمِیْ عَلَیْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْیَمُتْ   فَعَلَیْكَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی یا رسول اللہ آپ میری آنکھ کی پتلی تھے۔ اب تو میری آنکھ اندھی ہوگئی

جو چاہے۔ آپ کے پیچھے مر جائے مجھے تو آپ ہی کا ڈر تھا اسی طرح اور صحابہ کے اشعار بھی پائے جاتے ہیں۔ جن میں حضور علیہ السلام کو خطاب ہے فتوح الشام میں ہے۔ کہ جب ابو عبیدہ بن الجراح نے کعب بن حمزہ کو بارادہ حلب ایکہزار سوار دیکر روانہ کیا اس کی لڑائی یوقنا سے پڑی اس کی پانچہزار سپاہ تھی۔ یہ لڑائی ہو رہی تھی کہ پانچ ہزار سپاہ اور آگئی مسلمانوں کو دس ہزار کا مقابلہ ہوگیا اس وقت مسلمان جان بازیاں کر رہے تھے اور کعب بن ضمرہ نہایت بے چینی سے پکارتے تھے یا محمد یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل یہ کعب بن ضمرہ صحابی ہیں۔ اور حالت غیب میں یا محمد یا محمد پکارتے ہیں معلوم ہوا کہ صحابہ کیوقت سے یہ خطاب جاری ہے حضرت بلال بن حارث مزنی نے قحط عام الرمادہ میں جب بکری ذبح کی تو نری سرخ ہڈی نکلی۔ تو آپ نے فرمایا یا محمداہ پھر حضور علیہ السلام نے خواب میں بشارت دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یا سَارِیَةُ الْجَبَلَ فرمانا اور ساریہ کا نہاوند میں سُن لینا مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔ اسیطرح ایک سپاہی مظلوم کا وا عمراہ وا عمراہ پکارنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لبیکاہ لبیکاہ فرمانا حالانکہ وہ مظلوم لشکر میں مدینہ شریف سے بہت دور تھا (ازالۃ الخفا) عبد الرحمن ہزلی کوفی حضرت عبد اللہ بن مسعود کے پوتے آپ کے سر پر ٹوپی تھی جس پر لکھا ہوا تھا۔ محمد یا منصور (تہذیب التہذیب) اور ظاہر ہے۔ کہ قلم احد اللسانین ہے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں۔ وَصَلّٰی

عَلَيْكَ اللّٰهُ يَا خَيْرَ خَلْقِهٖ وَيَا خَيْرَ مَامُوْلٍ وَيَا خَيْرَ وَاهِبٖ
وَيَا خَيْرَ مَنْ يُرْجٰى لِكَشْفِ رَزِيَّةٍ مِنْ جُوْدِهٖ قَدْ فَاقَ جُوْدُ
السَّحَائِبِ - علامہ بوصیری رحمہ اللہ قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں - یَا
اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِيْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ
الْعُمَمِ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں - چہ وصفت کند سعدیِ نا
تمام ؎ علیک الصلوٰۃ اے نبی والسلام - مولانا جامی فرماتے ہیں ؎
ز مہجوری برآمد جانِ عالم - ترحم یا نبی اللہ ترحم ؎ مولانا نظامی گنجوی عرض
کرتے ہیں ؎ من از کمترین استانِ خاک تو - بدیں لاغری صید فتراک تو -
مولانا شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں ؎ بہر صورت کہ باشد یا رسول
اللہ کرم فرما - بلطفِ خود سروسامان جمع بے سروپاکن ؎ حاجی امداد اللہ
صاحب پیر ومرشد مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں ؎

پھنسا کر اپنے دامِ عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قیدِ دو عالم سے چھڑا دو یا رسول اللہ

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپکے ہاتھوں - بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

نانویں دلیل بخاری شریف کی حدیث میں آیا ہے - کہ حضور علیہ السلام نے
ہرقل بادشاہ روم کو جو خط لکھا اس کے الفاظ یہ ہیں - اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ
اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ - یعنی میں تجھے
اسلام کی طرف بلاتا ہوں مسلمان ہو جا تاکہ تو سلامت رہے - اس خط

میں حضور علیہ السلام نے اُس غائب کو مخاطب فرمایا بات یہ تھی کہ قاصد
اس خط کو لیجا کر اُس کے ہاتھ میں دیدیگا - اسی طرح آج تک یہ رسم جاری
ہے - کہ لوگ اپنے خطوط میں مکتوب الیہ کو مخاطب کرتے ہیں - اور ڈاک کے
چھٹی رسانوں پہ اعتماد کر کے غائب کو مخاطب کر لیتے ہیں - تو احادیث میں
صریح آتا ہے - کہ امت کے اعمال صبح و شام آپ کے سامنے پیش کئے
جاتے ہیں پھر خطاب حاضر کو ہوا - پھر یہ خطاب کیوں ناجائز ہو - ابن مسعود
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ اُمَّتِيْ السَّلَامَ رواہ
النسائی ابن حبان (ترغیب صفحہ ۳۲۸) کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتے مقرر کئے
ہیں - جو سیر کرتے پھرتے ہیں - وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچا دیتے ہیں
دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَصَلُّوْا
عَلَيَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ رواہ الطبرانی فی الکبیر یعنی جہاں تم ہو
مجھ پر درود بھیجا کرو تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے - تو جب چھٹی رساں کے اعتبار
سے خطوں میں غائب کو خطاب جائز ہو تو ملائکہ کے درود شریف پہنچا دینے
کے اعتبار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیوں جائز نہ ہو سوائے
اس کے ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو کچھ حضور علیہ السلام سے ہی
عداوت ہے - کہ ان کیلئے جائز نہیں سمجھتے -

ایک شبہ اور اس کا جواب - کہتے ہیں کہ فرشتوں کی نسبت یہ
ثابت نہیں کہ وہ متکلم کے الفاظ پڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے

ہیں کہ خط کی حالت پر قیاس ہو سکے وہ تو صرف اتنا حضور علیہ السلام کو بتلاتے
ہیں۔ کہ فلاں شخص نے اتنی دفعہ آپ پر درود بھیجا ہے ہر ایک کے الفاظ
نہیں کہتے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں آیا
ہے۔ کہا انہوں نے إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَحْسِنُوا الصَّلٰوةَ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذَالِكَ يُعْرَضُ
عَلَيْهِ (الحدیث رواہ ابن ماجہ)
یعنی جب تم درود شریف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھو تو بہت اچھا
پڑھا کرو تم نہیں جانتے شاید وہ حضور پر پیش کیا جائے دیلمی نے مسند الفردوس
میں اس حدیث کو مرفوعا روایت کیا ہے۔ قاله النبهاني في سعادة الدارين
صـ۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درود شریف کے الفاظ پیش ہوتے ہیں اس واسطے
اچھا پڑھنے کا ارشاد فرمایا نیز حدیث میں آیا ہے۔ کہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے۔
جس سے معلوم ہوا کہ بعینہ درود پہنچتا ہے۔ نہ یہ کہ خبر درود کی۔ اسیطرح دوسری حدیث
میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ أَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْ يَوْمِ
الْجُمُعَةِ فَإِنَّ صَلٰوةَ أُمَّتِيْ تُعْرَضُ عَلَيَّ فِيْ كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ فَمَنْ
كَانَ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً كَانَ أَقْرَبُهُمْ مِنِّيْ مَنْزِلَةً رواہ البیہقی
باسناد حسن ترغیب صـ۳۲۹ کہ جمعہ کے دن مجھ پر بہت درود پڑھا کرو کیونکہ
ہر جمعہ میں میری امت کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ تو جو شخص مجھ پر بکثرت
درود پڑھنے والا ہوگا وہ میرے نزدیک مرتبہ میں اقرب ہوگا اس حدیث سے بھی
معلوم ہوا کہ درود شریف ہی پیش کیا جاتا ہے۔

دسویں دلیل۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْذِيْ امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي
الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ
اللّٰهُ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ أَنْ يُّفَارِقَكِ إِلَيْنَا
رواہ ابن ماجہ والترمذی (ترغیب صـ۳۷۶) فرمایا رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے دنیا میں کوئی عورت اپنے خاوند کو ایذا نہیں دیتی۔ مگر اس
کی بیوی حور عین جنت میں اس کو کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے یہ شخص
تو تیرے پاس (چند روزہ) مہمان ہے۔ بہت جلدی چھوڑ کر ہمارے
پاس آ جائے گا۔
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دنیا میں زوجین کا تنازعہ ہوتا ہے اور
جنت میں حور کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ اور وہ وہاں سے اس عورت کو مخاطب
کرتی ہے اور مذکورہ بالا الفاظ کہتی ہے۔ تو آپ حور کو بھی اس غائبانہ
خطاب کے سبب کوئی فتوی لگائیں گے ہاں معلوم ہے۔ حور کون ہے۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی غلام وہ تو دنیا میں عورت
کا خاوند کو ایذا دینا معلوم کرلے اور غائبانہ خطاب کرے لیکن رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو ہمارے درود بھیجنے کا علم ہو اور نہ آپ
کو غائبانہ خطاب درست ہو۔ حالانکہ حور کے متعلق یہ کسی روایت میں
نہیں آیا کہ عورتوں کا اپنے خاوندوں کو ایذا دینا حوروں تک بذریعہ فرشتگان
پہنچایا جاتا ہے اور درود شریف کے متعلق تو صحیح روایتوں میں

ایسا آچکا ہے۔ پھر حضور کے علم میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ افسوس اور
تو سب غائبانہ خطاب جائز ہوں لیکن انکار ہے تو صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ
کے خطاب کا ہے "کہتے ہیں کہ اس درود میں آل کا ذکر نہیں" میں کہتا
ہوں کہ ضروری نہیں کہ ہر درود میں آل کا ذکر ہو۔ اگر کسی کے پاس اس
کی دلیل ہو تو بیان کرے کتب صحاح کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا
ہے۔ کہ ہر ایک حدیث میں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
آتا ہے۔ آل کا ذکر نہیں آتا اگر ہر درود کے ساتھ آل کا ذکر لازمی ہوتا تو
محدثین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وعلی آلہٖ بھی ضرور لکھتے۔
علاوہ اس کے احادیث میں بعض درود شریف ایسے بھی آئے ہیں
جن میں آل کا ذکر نہیں چنانچہ رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ قَالَ اَللّٰھُمَّ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ
وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔ رواہ البزار والطبرانی (ترغیب ص ۳۳) جو شخص
کہے اللھم صل علی محمد الی آخرہ اسکو میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے دیکھو یہ
درود شریف خود حضور علیہ السلام نے فرمایا لیکن اس میں آل کا ذکر نہیں
ہے۔ سنن نسائی جلد اول کے ص ۱۷۹ میں حدیث قنوت کے اخیر درود
شریف فرمایا اس میں آل کا ذکر نہیں وہ حدیث یہ ہے۔ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ
عَلِیٍّ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰؤُلَاءِ الْکَلِمَاتِ
فِی الْوِتْرِ قَالَ قُلْ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا

اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ
وَاِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ وَصَلَّی
اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ۔ امام حسن رضی فرماتے ہیں مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے وتروں میں پڑھنے کے لئے یہ کلمات سکھائے اللھم اھدنی
الخ دیکھو حضور علیہ السلام نے بغیر ذکر آل کے درود شریف وصلی اللہ
علیہ وسلم وصلی اللہ علی النبی محمد سکھایا۔ معلوم ہوا کہ آل کا ذکر لازمی
نہیں (ترغیب ص ۳۲۹) میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَیُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ لَمْ یَکُنْ
عِنْدَہٗ صَدَقَۃٌ فَلْیَقُلْ فِیْ دُعَائِہٖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ
وَرَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمَاتِ
فَاِنَّھَا زَکٰوۃٌ وَقَالَ لَا یَشْبَعُ الْمُؤْمِنُ خَیْرًا حَتّٰی یَکُوْنَ مُنْتَھَاہُ
الْجَنَّۃَ (رواہ ابن حبان) یعنی جس مسلمان کے پاس صدقہ دینے کے لئے
کچھ نہ ہو وہ اپنی دعا میں یہ درود شریف پڑھے یہی اس کا صدقہ ہوگا۔ اور فرمایا
کہ مومن کی نیکی سے سیر نہیں ہوتا یہانتک کہ اس کا انتہا جنت ہو جائے اس
حدیث میں بھی جو درود شریف حضور علیہ السلام نے پڑھنے کا ارشاد فرمایا اس
میں آل کا نہیں پس اگر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ میں آل کا ذکر نہیں تو
کوئی حرج نہیں آخر ہم آل پر بھی درود پڑھتے ہیں اس کے منکر نہیں اصل بات یہ ہے کہ درود شریف ہمارا
اور فرقہ وہابیہ وشیعہ کا مشترک درود ہے۔ وہ نماز والا درود ہے۔ اور ایک

ایک درود ہمارا اور فرقہ وہابیہ کا مشترک ہے۔ شیعوں کا نہیں وہ یہ ہے
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اور
ایک درود شریف صرف گروہ احناف کثرہم اللہ کا ہے۔ جس میں نہ وہابی شامل
ہیں۔ نہ شیعہ وہ یہ درود ہے۔ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَلَّمَ
عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ اہل اسلام کو چاہیے کہ اس درود شریف کی کثرت
رکھیں اور صبح و شام جماعت میں بلکہ بآواز بلند اس درود شریف کو پڑھا
کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ زَیِّنُوْا مَجَالِسَکُمْ
بِالصَّلٰوةِ عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ عَلَیَّ نُوْرٌ لَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔
(اخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن عمر رضی اللہ عنہما (سعادۃ الدارین
ص ۶۷)

ترجمہ:- کہ اپنی مجلسوں کو مجھ پر درود پڑھنے کے ساتھ مزین کرو۔ کہ تمہارا مجھ
پر درود پڑھنا تمہارے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ درود
شریف بلند آواز پڑھنے سے مجلسوں کی زینت ہوتی ہے۔

ابو یوسف محمد شریف عفا اللہ عنہ

(اعجاز آرٹ پریس سیالکوٹ)